Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 309-318
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

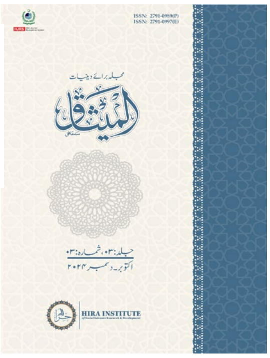

عہدِ نبوی میں سماجی تنوع اور انضمام: کثیر ثقافتی معاشرے کے لیے قابل اطلاق نقطۂ نظر

Social Diversity and Integration in Prophetic Period: Applied Approach to a Multicultural Society

1. Dr. Muhammad Abubakar Siddique
muhammad.abubakar@aioul.edu.pk

Research Associate,
Islamic Research Index,
Allama Iqbal Open University, Islamabad.

How to Cite:	Dr. Muhammad Abubakar Siddique. 2024: "Social Diversity and Integration in Prophetic Period: Applied Approach to a Multicultural Society". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 309-318.
Article History:	**Received**: 06-12-2024	**Accepted**: 25-12-2024	**Published**: 31-12-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

عہدِ نبوی میں سماجی تنوع اور انضمام: کثیر ثقافتی معاشرے کے لیے قابل اطلاق نقطۂ نظر

Social Diversity and Integration in Prophetic Period: Applied Approach to a Multicultural Society

1. **Dr. Muhammad Abubakar Siddique**
Research Associate, Islamic Research Index, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
muhammad.abubakar@aioul.edu.pk

Abstract

Cultural diversity and social integration were defining features of the Prophetic period, offering a comprehensive model for fostering unity in a pluralistic society. This research examines how Prophet Muhammad (PBUH) successfully integrated diverse religious, ethnic, and tribal groups through principles of justice, mutual respect, and coexistence. By analyzing key historical sources, including the Constitution of Medina, diplomatic treaties, and social policies, this study explores the strategies employed to establish a cohesive society. The research adopts an applied approach, drawing practical lessons from the Prophetic era to address contemporary challenges in multicultural societies. The findings reveal that the Prophet's emphasis on equality, social justice, and collective responsibility contributed significantly to the stability and harmony of the early Muslim community. His model of governance promoted inclusivity, interfaith dialogue, and conflict resolution, offering valuable insights for modern societies grappling with issues of integration and diversity. Furthermore, this study highlights the relevance of Prophetic principles in shaping policies that foster social cohesion, respect for cultural identities, and peaceful coexistence in today's globalized world. By bridging historical perspectives with present-day realities, this research provides a framework for policymakers, scholars, and community leaders to develop effective strategies for social integration. It emphasizes the importance of ethical leadership, participatory governance, and community engagement in building harmonious multicultural societies. The study concludes that the Prophetic approach remains a viable model for addressing contemporary social and cultural challenges.

Keywords: *Cultural Diversity, Social Integration, Prophetic Model, Multicultural Society, Constitution of Medina.*

تمہید

سماجی تنوع کی اصطلاح معاشرے کی ایسی اکائیوں کے اجتماع کو بیان کرتی ہے جو اپنی نسل، زبان یا کسی اور خصوصیت کی بنا پر معاشرے کے دوسرے گروہوں اور طبقات سے الگ شناخت رکھتے ہیں۔[1] یہ گروہ اپنے انفرادی خصائص میں دوسرے گروہوں سے جدا ہوتے ہیں لیکن معاشرہ کی داخلی اکائیوں میں سے ایک اکائی ہوتے ہیں۔ معاشرتی انضمام سے مراد ان اکائیوں کو معاشرے کا حصہ ماننا اور انہیں ان کا جائز مقام دینا ہے۔

انسانی معاشرہ اپنی اصل میں سماجی تنوع ہی کی صورت ہے جس کا ایک لازمہ مختلف اکائیوں کا انضمام ہے۔ معاشرے میں موجود مختلف اکائیوں کا انضمام ہر معاشرے میں کسی نہ کسی طور جاری رہتا ہے اور بسا اوقات انضمام کے فطری عمل میں رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں جس کا نتیجہ اختلافات، ثقافتی کشمکش اور بدامنی کی صورت میں نکلتا ہے۔ موجودہ دور میں بڑے پیمانے پر ہجرت کے الیے جنم لینے کے بعد

سماجی تنوع اور انضمام کے متعدد ماڈل سامنے آئے ہیں، ان ماڈلز کے مثبت و منفی اثرات اور نتائج معاصر علمی ابحاث کا موضوع رہے ہیں تاہم سماجی تنوع اور انضمام کے نبوی ماڈل کا مطالعہ اس جاری مباحثے میں اہم پہلوؤں کو واضح کرے گا۔ ثقافتی تنوع اور معاشرتی انضمام کا مطالعہ اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ مہاجرین کو پناہ دینے اور آباد کاری کا موقع فراہم کرنے والے ممالک میں اسلامی ممالک سر فہرست ہیں نیز یہ ایک معاصر مسئلہ بھی ہے اس لیے اس کی تفہیم میں اسوۂ نبوی کا مطالعہ اہم گوشوں کو واضح کرے گا۔

عہد نبوی میں سماجی اکائیاں

عہد نبوی میں مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے تھے۔ یہ صحابہ عرب کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے، بعض صحابہ دور دراز کے عرب علاقوں سے جبکہ بعض غیر عرب ممالک سے مدینہ آئے تھے۔ اس طرح اسلامی ریاست کا مرکز ثقافتی تنوع کے لحاظ سے بڑا زرخیز ہو گیا تھا۔ ان مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی اشاعت اور دیگر اجتماعی مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کیا۔ ذیل میں ہم ان ثقافتی اکائیوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

1۔ مؤاخات کے ذریعے مہاجرین مکہ اور انصار کا سماجی تنوع اور انضمام

مدینہ منورہ میں مہاجرین کا وُرود ایک الگ ثقافتی شناخت کے ساتھ تھا۔ مہاجرین مدینہ میں پہلے سے موجود معاشرتی اکائیوں یعنی اوس و خزرج اور یہود قبائل کے درمیان ایک اضافہ تھے اور ثقافتی پس منظر میں مدینہ کی ثقافت سے مختلف تھے۔ اگرچہ مہاجرین اور انصار کی سابقہ رشتہ داریاں بھی تھیں نیز رسول اللہ ﷺ کا ننھیال بھی مدینہ منورہ ہی میں تھا لیکن اہل مکہ جزیرہ نمائے عرب کی بین القبائل سیاست میں متحرک کردار کے حامل تھے نیز سیاسی، تجارتی اور مذہبی حیثیت سے سیادت کا مزاج رکھتے تھے جب کہ مدینہ کی بود باش اور ماحول، زراعت، کاشت کاری اور خانہ جنگی سے متاثر تھے۔[2]

مکی ماحول کے تربیت یافتہ یہ لوگ مدینہ پہنچے تو ابتداء میں یہ تنہائی کا شکار تھے۔ یہ صحابہ چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں مختلف صحابہ کے گھروں میں قیام پذیر ہوئے تھے حتی کہ خواتین بھی ایک جگہ سعد بن خیثمہ کے گھر میں قیام پذیر ہوئی تھیں۔ ابن حبان نے ان صحابہ کی تفصیل ذکر کی ہے کہ کون کس کے گھر میں قیام پذیر ہوا۔[3] اس زمانے میں انہیں شدید بخار لاحق ہوا جس کی وجہ سے مکہ کی یاد میں شدت آگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کروائی۔ جیسے صحابہ کرام مکہ سے مختلف اوقات میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچتے رہے، ان کے اور انصار کے درمیان مؤاخات مختلف اوقات میں ہوتی رہی۔[4]

مؤاخات میں مؤاساۃ کا عنصر تو تھا ہی[5] لیکن مہاجرین اور انصار کے معاشرتی انضمام کے لیے رسول اللہ ﷺ نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ انصار کو ترغیب دی کہ وہ مہاجرین کو اپنے کاموں میں شریک کریں اور ان کو اپنے روزگار سے متعلق مہارتوں سے آراستہ کریں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین اپنے انصار بھائیوں کے کام میں شریک ہوں، ہاتھ بٹائیں، کسی پر بوجھ نہ بنیں اور دوسروں کی مدد کے محتاج نہ رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> إن إخوانكم قد تركوا الأموال والأولاد وخرجوا إليكم " فقالوا: أموالنا بيننا قطائع. فقال رسول الله ﷺ "أوغيرذلك؟"قالواوماذاك يارسول الله؟قال:"هم قوم لايعرفون العمل،فتكفونهم وتقاسمونهم الثمر". قالوا نعم.[6]

دیکھو! تمہارے بھائیوں نے اپنے مال اور اولاد کو چھوڑ کر ہجرت کی ہے۔ انصار نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے مال ہمارے درمیان تقسیم ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے سوا بھی کچھ ہو سکتا ہے؟ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ

آپ ہی فرمایئے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اہل مکہ زراعت اور باغبانی سے نابلد ہیں تم ان کو کھیتی باڑی کے کام میں ساتھ شامل کر و اور پیداوار میں شراکت کر لو، انصار نے جواب دیا: یا رسول اللہ ٹھیک ہے۔

اس طرح انصار نے مہاجرین کو اپنے کام میں شریک کر لیا اور ان کے ساتھ مل کر کھیتی کی اور پیداوار حاصل کی۔[7] مؤاخات کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ اپنی ملکیتی اموال کا اشتراک کس طرح سے کیا اس حوالے سے انصار کی قربانیوں کو ابن سید الناس نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔[8] مؤاخات کا یہ اقدام دو مختلف پس منظر کے حامل افراد کو ایک دوسرے کے قریب لاتا اور انہیں ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ نیز Working Relationship کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی کو ممکن بناتا ہے۔

2۔ میثاق مدینہ میں معاشرتی انضمام کے مقرر کردہ اصول

میثاق مدینہ میں ثقافتی تنوع کو باقی رکھتے ہوئے معاشرتی انضمام کا بنیادی ڈھانچہ طے کر دیا گیا تھا۔ ابن ہشام نے میثاق مدینہ کا مکمل متن نقل کیا ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ معاشرے کی مختلف اکائیاں کن شرائط پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گی۔ ان شرائط میں سے ایک حصہ ایسا ہے جو واضح طور پر معاشرتی سطح پر موجود تنوع کو قبول Acknowledge کرتا ہے اور اس تنوع کے ساتھ اتحاد و اتفاق کو یقینی بناتا ہے:

> بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد النبي ﷺ، بين المؤمنين والمسلمين من قريش ويثرب، ومن تبعهم، فلحق بهم، وجاهد معهم، إنهم أمة واحدة من دون الناس ----- وإن المؤمنين بعضهم موالي بعض دون الناس، وإنه من تبعنا من يهود فإن له النصر والأسوة، غير مظلومين ولا متناصرين عليهم [9]
>
> شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے، یہ محمد ﷺ کی طرف سے ایک دستاویز ہے، ان مؤمنین کے ساتھ جو قریش اور یثرب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے تابع بھی جو ان سے آملے اور ان کے ساتھ جہاد میں شامل ہوئے، یہ سب باقی لوگوں (معاشرتی اکائیوں) سے الگ ایک مستقل امت ہیں۔۔۔ دوسرے لوگوں سے الگ اہل ایمان ایک دوسرے کے مددگار ہوں گے، اور یہود میں سے جو لوگ ہمارے تابع ہوں گے ان کو بھی مدد اور تعاون دیا جائے گا، نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔

یہ حصہ بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ میثاق مدینہ مجموعی طور پر ایسی جامع دستاویز ہے جو کثیر ثقافتی معاشرے میں مختلف اکائیوں کو مشترکہ مفاد کی بنا پر جوڑے رکھنے کے لیے بنیادی خد و خال فراہم کرتی ہے اور وضاحت کے ساتھ بتاتی ہے کہ معاشرے کا اصولی اتفاق "بِرّ و اِثم" (نیکی اور بدی) کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے، لہٰذا کسی معاشرتی اکائی پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ظالموں کی مدد کی جائے گی۔

3۔ غیر عرب صحابہ کرام

ثقافتی تنوع مدینہ منورہ میں مہاجرین بن کر وارد ہونے والے لوگ سبھی قریش سے تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ ان میں بعض غیر عرب بھی موجود تھے۔ بعض غیر عرب صحابہ غلام تھے جیسے حضرت بلالؓ بن رباح اور حضرت عمار بن یاسرؓ جب کہ بعض دیگر تجارت پیشہ تھے جن کا تعلق دوسرے علاقوں سے تھا لیکن وہ مستقل مکہ میں رہائش پذیر تھے جیسے صہیب رومیؓ۔ ان لوگوں کو مدینہ کی معاشرت میں ضم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے معاشرتی مقام و مرتبہ کو بلند کر دیا۔ اسلام کے نظریہ مساوات کی رو سے یہ لوگ مساوی تو

تھے ہی لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں مزید اعزازات دیے تاکہ معاشرے میں ان کی شناخت ان کو ملنے والے اعزازات سے ہو۔

بلالؓ بن رباح

حضرت بلال بن رباحؓ اسلام کے ابتدائی پیروکاروں میں سے تھے اور ان کی زندگی صبر، استقامت اور ایثار کی ایک بے مثال داستان ہے۔ ان کا نسلی تعلق حبشہ سے تھا لیکن غلام تھے اور ایمان لانے کی وجہ سے مکہ کے مشرکین نے ان پر بے پناہ ظلم و ستم کیے، مگر وہ ہمیشہ حق پر قائم رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خرید کر انہیں آزاد کیا۔ اسلام میں ان کو خصوصی اعزاز سے نوازا گیا۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی مؤاخاۃ حضرت ابو رویحہ عبد اللہ بن عبد الرحمن خثعمیؓ سے کر دی تھی جن کے بارے میں تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ وہ بھی آزاد کردہ غلام تھے۔[10] دونوں حضرات کا باہمی تعلق بہت مضبوط تھا اور شام کے محاذ پر حضرت بلالؓ روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی ابو رویحہؓ کو وظیفہ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا۔

حضرت بلال بن رباحؓ کو جو اعزازات دیے گئے ان میں مؤذن رسول ہونا ایک ایسا اعزاز تھا جو مدینہ میں ان کی نمایاں شناخت بن گئی تھی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی طرف خصوصی طور پر جاتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللهِ "۔ آپ مستقل مؤذن تھے البتہ کبھی آپ موجود نہ ہوتے تو عبد اللہ ابن ام مکتوم یا ابو محذورہ اذان دیتے تھے۔[11] مدینہ میں آپؓ کی اذان اور رسول اللہ ﷺ کی امامت ایک ایسی سرور آور عبادت تھی کہ صحابہ اس کے عادی ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ شام منتقل ہو گئے تو اہل مدینہ ان دونوں سعادتوں سے محروم ہو گئے۔ شام میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی تو مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی فرمائش پر اذان دی تو عورتیں اور بچے روتے ہوئے گھروں سے نکل آئے۔ حضرت بلالؓ نے عہد صدیقی میں جہاد میں جانے کی اجازت مانگی اور اذان دینے کی ذمہ داری سے معذرت کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی، پھر عہد فاروقی میں بھی اجازت مانگی تو اول حضرت عمرؓ نے انکار کیا لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی۔

حضرت بلالؓ کو اذان کی ذمہ داری دینا ان کے دینی فریضے کے علاوہ معاشرتی مقام و مرتبہ اور شناخت کو بھی متعین کرتا ہے۔ خصوصاً فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کا حکم دیا تو حارث بن ہشام اور صفوان بن امیہ نے بہت دکھ کا اظہار کیا تھا۔[12] حضرت بلالؓ کے اس اعزاز کی وجہ سے ان کو معاشرے میں نمایاں مقام و مرتبہ حاصل تھا جس کے بہت سے مظاہر تذکرہ نگاروں نے ذکر کیے ہیں۔

سلمان فارسیؓ

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی رسول تھے۔ آپ کا اصل وطن فارس تھا، مگر حق کی تلاش انہیں مدینہ تک لے آئی، جہاں انہوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوئے۔ عرب معاشرے میں حضرت سلمان فارسیؓ کو بلند مقام حاصل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کو مشوروں میں بھی شامل رکھتے تھے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ہی کی تجویز پر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی، جو اسلامی جنگی حکمت عملی میں ایک نئی جہت کا اضافہ تھا۔ مدینہ کی معاشرت پر اس حکمت عملی اور اس کے نتیجے میں کامیابی کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ غزوہ خندق کے موقع پر انصار نے کہا کہ سلمان ہم میں سے ہیں، مہاجرین نے کہا کہ انصار ہم میں سے ہیں؛ رسول اللہ ﷺ نے انہیں " سلمان منا أهل البيت "[13] (سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہیں) کہہ کر اہل بیت میں شامل کرنے کا شرف عطا فرمایا کیونکہ وہ ایک غیر عرب تھے اور عرب میں اجنبی تھے۔ بطور مؤمن ہونے کے آپ کو اسلامی معاشرے

میں قبولیت تو حاصل تھی ہی لیکن آپ اہل بیت میں شامل فرما کر آپ کی نسبت کو مزید شرف عطا فرمایا گیا۔ آپ کو مختلف عہدوں پر فائز کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ مدائن کے گورنر مقرر ہوئے، جہاں انہوں نے عدل و انصاف کی مثالیں قائم کیں۔ سادگی اور زہد ان کی زندگی کا خاصہ تھا، اور وہ حکومتی عہدے کے باوجود عام انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔

صہیب رومیؓ

حضرت صہیب رومیؓ ان جلیل القدر صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی اور مشکل ترین دور میں حق کا ساتھ دیا۔ ان کا اصل وطن عراق تھا، لیکن رومیوں نے انہیں کم سنی میں قید کر لیا اور غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ گردشِ زمانہ انہیں مکہ لے آئی، جہاں وہ عبد اللہ بن جدعان کے غلام بنے۔ مگر اپنی ذہانت، محنت اور دیانتداری کے باعث وہ آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ایک کامیاب تاجر بن گئے۔

عرب معاشرے میں غلاموں اور غیر عربوں کو عام طور پر کم تر سمجھا جاتا تھا، مگر حضرت صہیبؓ آزاد ہو چکے تھے اور مکہ میں دولت مند تاجر کے طور پر جانے جاتے تھے۔ جب حضرت صہیبؓ نے اسلام قبول کیا تو ان پر سخت آزمائشوں کا دور شروع ہو گیا۔ ہجرت کے وقت جب انہوں نے مدینہ جانے کا ارادہ کیا تو مکہ کے مشرکین نے راستے میں ان کا تعاقب کیا اور انہیں روک کر کہا: "تم یہاں ایک غلام کی حیثیت سے آئے تھے، مکہ میں رہ کر آزاد ہوئے، مال و دولت کمائی اور اب اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔" حضرت صہیبؓ نے بہادری اور دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: "اگر میں تمہیں اپنا تمام مال و اسباب دے دوں تو کیا تم مجھے جانے دو گے؟" مشرکین نے یہ پیشکش قبول کر لی اور یوں حضرت صہیبؓ نے اپنا سارا مال و دولت قربان کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "صہیب نے نفع کا سودا کیا!"[14] یعنی انہوں نے دنیاوی مال و دولت دے کر دین اور آزادی حاصل کر لی، جو حقیقت میں ایک بہترین سودا تھا۔ مدینہ میں انہیں مختلف ذمہ داریاں سونپی گئیں، اور ان کی دیانت و ایمانی بلندی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی شہادت کے وقت حکم دیا کہ جب تک نیا خلیفہ منتخب نہ ہو، حضرت صہیب رومیؓ مسلمانوں کی امامت کریں۔ یہ ان کے بلند مقام اور نبی کریم ﷺ کی صحبت کا واضح ثبوت تھا۔

زید بن حارثہؓ

حضرت زید بن حارثہؓ نبی کریم ﷺ کے نہایت قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ کلب سے تھا، لیکن کم عمری میں اغوا کر کے غلام بنا دیے گئے۔ قسمت کے کھیل نے انہیں مکہ پہنچا دیا، جہاں حضرت خدیجہؓ نے انہیں خرید کر نبی کریم ﷺ کو تحفے میں دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف انہیں آزاد کیا بلکہ انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ قریش میں انہیں 'زید بن محمد' کہا جانے لگا، لیکن بعد میں قرآن کا حکم نازل ہوا تو اس کے مطابق ان کی نسبت ان کے اصل والد کی طرف کر دی گئی۔[15]

حضرت زید بن حارثہؓ کی زندگی وفاداری، بہادری اور قیادت کا عملی نمونہ تھی۔ آپ نبی کریم ﷺ کی زیرِ تربیت پروان چڑھے اور اعلیٰ اسلامی اوصاف کے حامل بنے۔ اپنی قابلیت اور امانت داری کی بنا پر انہیں کئی اہم ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو رسول کریم ﷺ نے کئی لشکروں کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ وہ کئی اہم فوجی مہمات میں قیادت کے فرائض انجام دیتے رہے، جن میں سریہ زید بن حارثہ نمایاں ہے۔ اس کے علاوہ وہ تجارتی قافلوں پر حملہ آور ہونے والے دشمنوں کے خلاف بھی کامیاب کارروائیاں کرتے رہے۔

حضرت زید بن حارثہؓ کا ایک بڑا اعزاز اور ذمہ داری غزوۂ موتہ کی سپہ سالاری تھی، جہاں انہیں اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ یہ جنگ رومیوں کے خلاف لڑی گئی، جو تعداد میں کہیں زیادہ تھے۔ حضرت زیدؓ نہایت بہادری سے لڑے اور دشمن کی صفوں میں گھس

کر دادِ شجاعت دی۔ آخر کار، لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے قیادت سنبھالی۔ حضرت زید بن حارثہؓ وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن میں صراحت کے ساتھ آیا ہے، یہ خصوصیت انہیں دوسرے صحابہ سے ممتاز کرتی ہے۔

حضرت زید بن حارثہؓ اگرچہ غلام تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح پہلے حضرت زینب بنت جحشؓ سے کر دیا تھا لیکن کچھ عرصے بعد حضرت زید بن حارثہؓ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ اس کے بعد حضرت زینب بنت جحش رسول اللہ ﷺ کے عقد نکاح میں آ گئیں۔ غزوۂ بدر اولیٰ میں رسول اللہ ﷺ کرز بن جابر فہری کے تعاقب کے لیے لشکر روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ کا عامل مقرر فرمایا تھا۔[16] ان اقدامات کی وجہ سے حضرت زید بن حارثہؓ معاشرے میں متحرک اور فعال شناخت رکھتے تھے۔

عمار بن یاسرؓ

حضرت عمار بن یاسرؓ اسلام کے ابتدائی دور کے ان جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی بے مثال قربانیوں سے اسلام کی تاریخ میں ایک روشن باب رقم کیا۔ آپ کا تعلق قبیلہ مذحج سے تھا اور آپ کے والد یاسر اور والدہ سمیہ بھی ابتدائی مسلمان تھے، جنہیں کفارِ مکہ نے سخت ترین اذیتوں کا نشانہ بنایا۔ آپ کی والدہ حضرت سمیہؓ اسلام کی پہلی شہید خاتون تھیں، جنہیں ابو جہل نے نہایت بے رحمی سے شہید کر دیا تھا، جب کہ آپ کے والد یاسر بھی ظلم سہتے ہوئے شہید ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ حضرت عمارؓ کے صبر اور استقامت کو دیکھ کر فرماتے تھے: "صبر کرو اے یاسر کے گھر والو! تمہاری منزل جنت ہے۔"[17]

جب کفارِ مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی، لیکن حضرت عمار بن یاسرؓ مکہ میں ہی رہے اور صبر و استقلال کے ساتھ دینِ اسلام کے لیے مشکلات برداشت کرتے رہے۔ بعد ازاں جب نبی کریم ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے تو حضرت عمارؓ بھی وہاں پہنچے اور اسلامی ریاست کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر میں حضرت عمارؓ نے نمایاں حصہ لیا اور خود اپنے ہاتھوں سے اینٹیں اٹھا کر تعمیر میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: "عمار کو ظالم گروہ قتل کرے گا۔"[18] یہ پیشگوئی بعد میں حضرت عمارؓ کی شہادت کی صورت میں پوری ہوئی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ رہے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، اور دیگر معرکوں میں آپ کی جرات اور دلیری نمایاں تھی۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی آپ کا کردار نہایت اہم رہا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا، جہاں انہوں نے عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔ بعد ازاں جب خلافتِ علیؓ کا دور آیا تو حضرت عمارؓ ان کے ساتھ کھڑے رہے اور جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی فوج کا حصہ بنے۔ یہی وہ جنگ تھی جس میں نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوئی اور حضرت عمار بن یاسرؓ 93 سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔

4۔ دیگر صحابہ

علاوہ ازیں عامر بن فہیرہ، جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام تھے، ابتدائی مسلمانوں میں شامل تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بے پناہ مشکلات اور تکالیف برداشت کیں۔ ہجرت کے موقع پر وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تھے اور غارِ ثور میں ان کی حفاظت اور ضروریات کی تکمیل میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد ازاں، انہوں نے مدینہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بھی حصہ لیا اور غزوہ بدر اور دیگر معرکوں میں بہادری کا مظاہرہ کیا۔ انہیں جنگ میں شہید کر دیا گیا، اور ان کی شہادت کو ایک معجزہ قرار دیا گیا کہ

ان کی لاش زمین پر نہ ملی بلکہ آسمان کی طرف اٹھالی گئی۔ ان کی زندگی قربانی اور وفاداری کی علامت بن گئی اور اسلامی تاریخ میں انہیں عظیم المرتبت مقام حاصل ہوا۔

حضرت تمیم داری کا تعلق بنی لخم کے ایک معزز قبیلے سے تھا اور وہ ابتدا میں نصرانی تھے۔ وہ علم و حکمت اور دین میں گہری بصیرت رکھنے والے فرد تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ میں ایک منفرد مقام حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلامی معاشرت میں اہم ذمے داریاں سونپیں۔ انہیں سب سے پہلا شخص کہا جاتا ہے جس نے اسلام میں منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی روایت قائم کی، جو آج بھی اسلامی عبادات کا اہم حصہ ہے۔ ان کی شخصیت روایت و ثقافت کے لحاظ سے بھی اہم رہی، کیونکہ ان سے کئی احادیث مروی ہیں اور ان کی بیان کردہ روایات اسلامی تعلیمات کا حصہ بنی ہیں۔

مدینہ کی معاشرت پر ان دونوں شخصیات کے اثرات گہرے تھے۔ عامر بن فہیرہ کی جدوجہد اور قربانی نے اسلامی برادری میں ایثار اور وفاداری کا جذبہ پیدا کیا، جبکہ حضرت تمیم داری کی علمی اور مذہبی خدمات نے اسلامی تعلیمات کو مزید مستحکم کرنے میں مدد دی۔ ان دونوں نے نہ صرف اسلام کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا بلکہ ان کی زندگیاں بعد کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بن گئیں۔

5۔ غیر عرب صحابیات

حضرت ماریہ قبطیہ

حضرت ماریہ قبطیہؓ رسول اللہ ﷺ کی باندی تھیں جن سے رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی تھی لیکن ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

إن له لمرضعة في الجنة، ولو بقي لكان صديقاً نبياً، ولو بقي لأعتق كل قبطي [19]

ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی مقرر کر دی گئی ہے، اگر وہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے، اگر وہ زندہ رہتے تو کوئی قبطی غلام نہ رہتا۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں عالیہ کے اموال میں سے ایک باغ رہائش کے لیے دے دیا تھا جس کو مشربہ ام ابراہیم کہا جاتا ہے۔[20] رسول اللہ ﷺ فرمایا تھا "قبطیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اس لیے کہ اُن سے عہد اور صلہ رحمی دونوں کا تعلق ہے"۔ یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ ابن سعد نے اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بھی قبطیوں میں سے تھیں اور حضرت ابراہیم (رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے) کی والدہ بھی انہیں میں سے ہیں۔[21] رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ ازواجِ مطہرات جیسا سلوک کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی ان کے اعزاز واحترام کو باقی رکھا اور ہمیشہ ان کے نان ونفقہ کا خیال کرتے رہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک جاری رکھا۔

حضرت ام ایمن

حضرت ام ایمنؓ کا اصل نام برکہ تھا۔ حضرت ام ایمنؓ کا تعلق حبشہ سے تھا اور آپ نبی کریم ﷺ کے والدین کی خادمہ تھیں اور آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت سے ہی ان کی خدمت میں تھیں۔ حضرت ام ایمنؓ کو نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد، حضرت آمنہ نے ان کی دیکھ بھال جاری رکھی، اور جب حضرت آمنہ کا انتقال ہوا تو حضرت ام ایمنؓ نے رسول اللہ ﷺ کی پرورش کی ذمہ داری نبھائی۔ حضرت ام ایمنؓ کو رسول کریم ﷺ اپنی ماں کہتے اور ان سے ہمیشہ عزت و محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ حضرت ام ایمنؓ اولین مسلمان خواتین میں سے تھیں۔ جب اسلام کا آغاز ہوا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کیا

اور ہر طرح کی مشکلات کا سامنا کیا۔ وہ حبشہ ہجرت نہیں کر سکیں لیکن مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بہت سی تکالیف برداشت کیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے کر دیا تھا۔ حضرت اسامہؓ بن زید جو نبی کریم ﷺ کے محبوب صحابہ میں سے تھے اور آپ ﷺ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے، وہ ام ایمن ہی کے بطن سے تھے۔[22] حضرت ام ایمنؓ مختلف غزوات میں شرکت کرتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بچپن کے ساتھ خاص تعلق کی وجہ سے حضرت ام ایمنؓ کا معاشرے میں خصوصی مقام تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ نے بھی اس سلسلے کو جاری رکھا اور یہ دونوں حضرات اپنے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت ام ایمنؓ کی زیارت وملاقات کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کی خبر گیری فرماتے تھے۔[23]

نتائج بحث اور سفارشات

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے معاشرے کے تمام طبقات کو اجتماعی نظم میں متناسب جگہ دی تھی۔ وہ دینی ذمہ داری، سپہ سالاری اور سربراہی کے باب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے منتخب کیے جاتے رہے۔ مدینہ منورہ میں بسنے والی تمام اقوام کو معاشرتی زندگی میں اس قدر فعال کر دیا تھا کہ ان نسلی یا قبائلی تعصب اور امتیاز کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔ ان تفصیلات سے یہ بھی سامنے آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو معاشی سرگرمیوں میں جوڑ دیا جس سے ان کے اوقات مثبت سرگرمیوں میں استعمال ہونے لگے اور ان کی سماجی تنہائی کا وقت مصروفیت میں بدل گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ اقدامات جدید معاشروں کے لیے رول ماڈل کی حیثیت رکھتے ہیں کہ کس طرح معاشرے کے افراد اور طبقات کو معاشرے میں پنپنے کے مواقع فراہم کر کے اچھا شہری بنایا جا سکتا ہے۔

اس بحث سے سماجی تنوع اور انضمام کے ابتدائی خدوخال واضح ہو جاتے ہیں کہ سماجی انضمام سے متعلق منہج نبوی کیا تھا تاہم ان میں سے ہر موضوع مستقل تحقیق کا متقاضی ہے جس سے یہ واضح ہو سکے کہ مدینہ میں معاشرتی انضمام کی جڑیں کتنی گہری ہوئیں اور مدینہ کی ثقافت کی آبیاری میں کس نے کتنا حصہ ڈالا۔ معاشرتی انضمام کے نتیجے میں مختلف ثقافتوں کے حامل افراد نے ایک دوسرے سے کیا لیا اور کیا دیا اور ثقافتی میدان میں اخذ وعطا کی روایت کس طرح مضبوط ہوئی۔

حوالہ جات وحواشی

1 کثیر ثقافتی معاشرے سے متعلق انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مضمون ملاحظہ ہو "Multiculturalism":
Eagan, J. L. "multiculturalism." Encyclopedia Britannica, November 15, 2023. https://www.britannica.com/topic/multiculturalism.

2 ابن ہشام نے السیرۃ النبویۃ کے آغاز میں قریش کی تاریخ کو مفصل بیان کیا ہے جب کہ ہجرت کے تذکرے سے قبل انصار کی تاریخ بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے جو دونوں قبائل کے ثقافتی اختلاف کو واضح کرتی ہے۔

3 ابو حاتم الدارمی، محمد بن حبان، **السيرة النبوية واخبار الخلفاء**، (بیروت: الکتب الثقافیۃ، 1417ھ)، 1/141۔

4 مؤاخات کی تفصیل ملاحظہ ہو: عبد الملک ابن ہشام، **السيرة النبوية**، (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، 1955ء)، عنوان: من آخی بینہم ﷺ، 1/504۔

5 مؤاخات دو عناصر پر مشتمل تھی۔ ایک مؤاساۃ یعنی غم خواری اور دوسرا اموال اور وسائل میں شراکت داری۔ غزوۂ بنو قینقاع کے بعد انصار

کے مشورے سے غنیمت میں حاصل ہونے والی زمینیں مہاجرین کو دے دی گئیں اور اموال اور وسائل میں شراکت داری کو مواخات سے خارج کر دیا گیا جب کہ مؤاخاتِ مؤاساۃ کو باقی رکھا گیا۔ ملاحظہ ہو: ابن سید الناس، محمد بن محمد، **عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**، (بیروت: دار القلم، 1993ء)، 1/231۔

6 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر الدمشقی، **السیرۃ النبویۃ لابن کثیر**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2011ء)، ص228۔

7 انصار اور مہاجرین کا زراعت کے کاموں میں اشتراک مساقات کی بنیاد پر تھا جس سے امام بخاری اور دیگر محدثین اور فقہاء نے مساقات کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (مصر: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب المزارعۃ، باب اکفنی فی مؤنۃ العمل، رقم الحدیث: 2325۔

8 ملاحظہ ہو: ابن سید الناس، **عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**، 1/230-233۔

9 ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، 1/504۔

10 ابن الاثیر الجزری، عزالدین محمد، **اسد الغابۃ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1994ء)، 6/110۔

11 ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، **الطبقات الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، 3/177۔

12 ایضاً۔

13 ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، 2/224

14 ایضاً، 1/477

15 سورۃ الاحزاب 33:4۔

16 ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، 1/601

17 البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، **دلائل النبوۃ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988ء)، 2/282۔

18 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد والسير، باب مسح الغبار عن الراس في سبيل الله، رقم الحدیث: 2812۔

19 ابن اسحاق، محمد، **کتاب السیر والمغازي**، (بیروت: دار الفکر، 1978ء)، ص270۔

20 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 1/502۔

21 ایضاً، 8/214۔

22 ایضاً، 8/223۔

23 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**، (بیروت: دار الجیل، 1992ء)، 4/1793۔